امام طحاویؒ۔ اور ان کی کتاب

,,شرح معانی الآثار،،

حافظ محمد یٰسین

ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامة بن عبدالملک الازدی الطحاوی ، ان کی یہ نسبت طحا نامی ایک گاؤں کی طرف ہے ، جو بالائی مصر میں واقع ہے۔ ان کے بزرگ بالائی مصر میں آ کر آباد ہو گئے تھے ، جب ابراھیم بن مہدی کی بغاوت کی خبر مصر میں پہنچی تو آپ کے دادا سلامہ دوسرے لوگوں کے ساتھ خلیفہ المامون سے منحرف ہو گئے ۔ سلامہ نے حکومت وقت کے خلاف مصر میں ہونے والی بعض محدود بغاوتوں میں حصہ لیا لیکن آخرکار ۲۰۳ ھ/ ۸۱۸ء میں قتل ہوئے ۔

طحاوی کے آباؤ اجداد کے تذکروں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ ان کا تعلق ایک ممتاز اور بااثر خاندان سے تھا (۱)۔

طحاوی کی تاریخ پیدائش کے بارے میں تذکرہ نگاروں کے مختلف بیانات ھیں ۔ سمعانی کا بیان ہے کہ : امام طحاوی ۲۲۹ ھجری میں پیدا ہوئے ۔

ابن خلکان کہتے ھیں کہ :

,,بعض روایات کی بناء پر امام طحاوی کی ولادت ۲۳۸ ھجری

میں ہوئی ، ابو سعید سمعانی کا بیان ہے کہ ۲۲۹ ہجری میں ہوئی ۔ اور یہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ امام طحاوی کا اپنا بیان بھی یہی ہے ، بعض حضرات نے اتنا اور اضافہ کیا کہ ربیع الاوّل کی دس تاریخ تھی ،، (۲)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :

,,امام طحاوی حنفی المسلک ہیں ، فقہ میں ان کا درجہ مسلّم ہے، انھوں نے متعدد کتابیں تالیف کیں ، ان کی تمام کتابوں نے اہل علم میں ثقاہت اور استناد کا درجہ حاصل کیا ، قوی الحافظہ تھے ۔ امام مزنی کے بھانجے ہیں ۔ ۲۲۹ ہجری میں پیدا ہوئے ، اور نوے سال اور بعض روایات کی بنیاد پر ۹۲ سال عمر پائی ،، (۳)

علاّمہ عینی نے امام طحاوی کے سال پیدائش ، اور سال وفات کے بارے میں بڑی تحقیق کی ہے اور خاصی تفصیل سے کام لیا ہے۔ ان کا بیان ہے :

,,امام بخاری کی وفات کے وقت امام طحاوی کا سن ستائیس برس تھا ۔ امام بخاری نے ۲۵٦ ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا، امام مسلم کی وفات کے وقت طحاوی کی عمر بتیس برس تھی ، امام مسلم نے ۲٦۱ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا ،، ۔

ابو داؤد طیالسی کی وفات کے وقت طحاوی کی عمر چھیالیس سال تھی ، ابو داؤد کی وفات ۲۷۵ ہجری میں ہوئی ۔ امام نسائی کی وفات کے وقت طحاوی کی عمر چوہتر سال تھی ، انھوں نے ۳۰۳ ہجری میں رحلت کی ، امام احمد بن حنبل نے جب سفر آخرت اختیار کیا (۲۴۱ ھ) اس وقت طحاوی صرف بارہ برس کے تھے ۔

ان تمام تقویموں سے امام طحاوی کی تاریخ ولادت ۲۲۹ ہجری ہی بنتی ہے اور یہی خود ان کی اپنی بیان کردہ ہے ، (۴)

تذکرہ نگاروں نے وضاحت کی ہے کہ روایت حدیث کے مختلف سلسلسوں میں امام طحاوی ـ امام مسلم ، ابو داؤد ، ترمذی ، ابن ماجہ اور نسائی کے ساتھ شریک ہیں ـ

تعلیم و تربیت .

ابتدائی تعلیم اپنے ماموں ابو ابراهیم اسمعیل (بن یحیی) المزنی سے پائی ، جو (امام) الشافعی کے مشہور ترین شاگردوں میں سے تھے، تاهم انہوں نے اپنے ماموں کے حسب دل خواہ حصول علم میں کوئی ترقی نہ کی ، چنانچہ ایک دفعہ ان کے ماموں نے کہا کہ تم کبھی نام پیدا نہ کر سکو گے ـ بھانجے نے (دل برداشتہ ہو کر) اپنے ماموں کو خیر باد کہا ، اور ابو جعفر بن ابی عمران (یعنی احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ، جو اس زمانے میں مصر آئے تھے، جب ایوب وزیر مال مقررهوا تھا اور وهیں قیام پذیر ہو گئے تھے) سے فقہ حنفی کا درس لینے لگے۔ المزنی ۲٦۴ ھ/ ۸۷۸ء میں فوت ہوئے اور انہیں سے طحاوی نے الشافعی کی مسند (سنن الامام الشافعی) حاصل کی تھی ، ان اسناد کی رو سے جو بہترین قلمی نسخوں میں پائے جاتے ہیں طحاوی نے اس تصنیف کی سماعت ۲۵۲ ھ میں کی اور ۳۱۷ ھ میں اسے دوبارہ اپنے تلامذہ کو سنایا ـ ۲٦۸ھ/۸۸۱ ـ ۸۸۲ ء میں وہ شام چلے گئے اور وهاں احناف کے قاضی القضاہ قاضی ابو حازم عبدالحمید بن جعفر سے استفادہ کیا ـ بیت المقدس ، غزہ اور عسقلان میں دیگر علماء سے ملے، لیکن اگلے هی سال واپس آ گئے ـ ابتدائی زمانے میں وہ بہت غریب تھے ، لیکن انہیں محمد بن عبدہ کی سرپرستی حاصل ہو گئی جو مصر میں ۲۷۷ ھ تا ۲۸۳ ھ قاضی القضاہ رہے تھے ـ سوانح نویس بتاتے ہیں کہ وہ طحاوی پر کیسی کیسی مہربانیاں کیا کرتے تھے اور ایک موقع پر تو طحاوی کو

ان کے حصے کے انعام کے علاوہ قاضی اور دس گواہوں کا مقررہ انعام بھی دلوا دیا ۔ طحاوی فقہ میں فطری طور پر صائب الرائے ہونے کے باوجود ان لوگوں پر جنھیں عدالت کی حاضری کا اتفاق ہوتا یہی اثر ڈالتے کہ ان کے آقا کا عہدہ بے حد اہم ہے ۔ آپ کی شہرت اس وقت ہوئی جب ابوالجیش بن طولون کو کسی دستاویز کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئی ۔ ہر شاہد نے اس رسمی عبارت کے آگے دستخط کر دیئے کہ ,,امیر ابو الجیش وغیرہ نے مجھے شاہد بنایا ہے،، ، لیکن جب طحاوی کی باری آئی تو انھوں نے لکھا کہ ، میں شہادت دیتا ہوں کہ ،، امیر ابوالجیش ... اس دستاویز کی ہر شرط کا اقرار کرتا ہے ،، ۔ اس پر امیر کو تعجب ہوا اور طحاوی کو مناسب صلہ دیا جس سے دوسرے شاہدوں کو حسد پیدا ہوا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے مخالفین نے کوئی نہ کوئی وجہ نکال کر ان پر یہ الزام لگایا کہ اوقاف کی جائیداد کے انتظام میں جو ان کے ذمے تھے بدعنوانی ہوئی ہے ۔ اس الزام کی بناء پر انھیں قیدکی سزا دی گئی(۵)۔

حنفی مسلک کیسے اختیار کیا ؟

امام طحاوی کے ماموں اسماعیل بن یحییٰ مزنی کا شمار امام شافعی رحمۃ اللہ کے سربرآوردہ اصحاب میں ہوتا تھا ، اپنی ذہانت و ذکاوت کے باعث تمام ساتھیوں میں ممتاز تھے ۔ طحاوی نے علم فقہ کی تحصیل کا آغاز انہی سے کیا ، قدرت نے طحاوی کو جو طباعی اور نکتہ رسی عطا کی تھی ، وہ استاد کے قدم بقدم چلنے میں مانع بن گئی ، جو کچھ استاد سے سنتے اسی پر اکتفاء نہ کرتے ، تفقہ میں جتنا آگے بڑھ رہے تھے ، اور مسائل فقہ پر جس قدر عبور ہوتا جا رہا تھا ، اس نے طحاوی کو ایک عجیب کیفیت سے دوچار کر دیا ۔ وہ ماموں جان سے فقہی مسائل میں سوال کرتے لیکن وہ انھیں مطمئن کرنے

میں کامیاب نہ ہوتے ۔ ان کے جوابات طحاوی کی علمی تشنگی کو دور کرنے سے قاصر رہتے ۔ اس صورت حال نے طحاوی میں یہ جستجو پیدا کی کہ وہ معلوم کریں کہ فقہاء اور ائمہ مجتہدین کے اختلافی مسائل میں ان کے ماموں کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور ان کے فیصلہ کی بنیاد کیا ہوتی ہے ؟ ۔ آخرکار طحاوی نے اپنے ماموں کی وہ کمزوری پکڑ لی جس کی بناء پر وہ بھانجے کو ، یا یوں کہیئے کہ اپنے ایک ذہین و فطین اور محنتی شاگرد کو مطمئن نہیں کر پا رہے تھے ۔ انہوں نے دیکھا کہ مزنی شافعی المسلک ہونے کے باوجود کثرت سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے ہیں ، اور بہت سے مسائل میں امام شافعی کے مسلک سے ہٹ کر امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے فتاویٰ اور آراء سے ملتا جلتا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں اور اس طرح کے تمام مسائل کے لئے انہوں نے ایک خصوصی یادداشت بنا رکھی ہے۔ ان مسائل کو اس میں لکھ لیتے ہیں ۔

اس حقیقت کے انکشاف پر طحاوی نے از خود اور براہ راست فقہ حنفی کا مطالعہ شروع کر دیا ، مسائل کے حل میں فقہ حنفی کی وسعت و جامعیت ، اور عقلی و منطقی طرز استدلال نے طحاوی کو متأثر کیا ، احمد بن ابی عمران معروف فقہائے احناف میں سے تھے ، وہ عراق سے تشریف لائے تھے ، ان سے فقہ حنفی حاصل کرنا شروع کیا ۔ یہ وہ بنیادی موڑ تھا جہاں سے طحاوی نے اپنے ابتدائی مسلک یعنی مسلک شافعی کو خیر باد کہا ، اور حنفی مسلک کے نہ صرف مداحوں میں شامل ہو گئے بلکہ باقاعدہ طبقہ احناف میں شامل ہو گئے اس تبدیلی نے اہل علم و فضل کو چونکا دیا ۔ اس تبدیلی اور ذہنی و فکری انقلاب پر مختلف حضرات نے روشنی ڈالی ۔

ابو اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں بیان کیا :

,,مصر میں امام ابو جعفر طحاوی حلقہ احناف کے گل سرسبد تھے ، طحاوی نے ابو جعفر احمد بن ابی عمران ، اور ابو حازم وغیرھما سے اکتسابِ علم کیا، اوّل اوّل وہ شافعی المسلک تھے ، مزنی سے علم فقہ حاصل کرتے تھے ، ایک روز مزنی کی زبان سے غصہ میں یہ نکل گیا کہ : ،، خدا کی قسم ، طحاوی تمھیں کچھ نہیں آئے گا ،،

اس کی وجہ بظاھر یہ تھی کہ تعلیم کے ابتدائی دور میں طحاوی بہت زیادہ محنت نہیں کرتے تھے ۔ (٦)

طحاوی کے فقہی مسلک تبدیل کرنے کی سب سے معقول وجہ وہ معلوم ھوتی ہے جو مولوی فقیر محمد جہلمی نے حدائق الحنفیہ میں بیان کی ہے ، وہ لکھتے ھیں :

,,فتاویٰ برھنہ میں آپ کے فقہی مسلک کی تبدیلی کا یہ سبب لکھا ہے کہ : ایک دن اپنے ماموں سے پڑھ رہے تھے کہ آپ کے درس میں یہ مسئلہ آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ھو تو کیا عورت کا پیٹ کاٹ کر بچہ نکالنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں ہے ، جب کہ امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ بیان کیا گیا کہ پیٹ کاٹ کر بچہ کو نکالنا جائز ہے ۔

اس مسئلہ کو سنتے ھی طحاوی ، مزنی کی مجلس درس سے اٹھ کھڑے ھوئے ، اور کہنے لگے کہ میں اس شخص کی ھرگز پیروی نہیں کرتا جسے آدمی کی ھلاکت کی بھی پروا نہ ھو ۔ بات یہ تھی کہ طحاوی کا قصہ بھی کچھ ایسا ھی تھا، آپ ابھی اپنی والدہ کے پیٹ میں ھی تھے کہ ان کا انتقال ھو گیا، اور ان کا پیٹ چیر کر انھیں نکالا گیا تھا ۔

طحاوی کی یہ بات سن کر مزنی نے کہا : خدا کی قسم تو ھرگز فقیہ نہیں ھو سکتا ، لیکن جب اللہ نے آپ کو فقہ اور حدیث میں امام

اور استاد کے درجہ پر فائز کیا تو پھر اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ: میرے ماموں پر اللہ کی رحمت ہو ۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے امام (شافعی) کے مسلک کے مطابق ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے"(۷) .

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی طبع سلیم میں قوت استدلال کی تلاش تھی، اور نظر میں انتہائی باریک بینی ۔ اس نے آپ کا رخ حنفیت کی طرف موڑ دیا ۔

اساتذہ :

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مزنی سے حاصل کی ، ان کا حلقہ درس چھوڑنے کے کچھ عرصہ بعد ۲٦۸ ھجری میں مصر چلے گئے ۔ وھاں جا کر اس وقت کے شہرہ آفاق استاد ابوجعفر احمد بن عمران موسیٰ بن عیسیٰ سے فقہ حنفی کی تحصیل شروع کی ۔ احمد بن ابی عمران فقہ حنفی میں زبردست دسترس رکھتے تھے، اور دو واسطوں سے ان کا سلسلہ سند امام ابوحنیفہ سے مل جاتا تھا ۔

طحاوی نے نہ صرف مصر کے علماء سے استفادہ کیا ، اور وھاں کے تمام علمی دسترخانوں سے خوشہ چینی کی بلکہ دوسرے ملکوں اور شہروں پر بھی دستک دی، جہاں بھی کوئی علم کا چشمۂ صافی نظر آتا اس سے اپنی پیاس بجھاتے ۔

حصول علم کی خاطر آپ نے شام کا بھی سفر کیا ، اور وھاں کے قاضی القضاہ ابو حازم سے فقہ کی تحصیل کی ، مختلف ملکوں سے جو بھی مشائخ حدیث ان کی زندگی میں مصر آئے ، آپ نے ان سب سے استفادہ کیا ، اساتذہ حدیث میں سلیمان بن شعیب کیسانی ، ابو موسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ ، ھارون بن سعید ، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم ، بحر بن نصر ، ھارون بن سعید ایلی ، ربیع بن سلیمان جنیری ، ابراھیم بن رزوق وغیرہ ۔ حافظ ذھبی نے ان اساتذہ کے

علاوہ عبدالغنی بن رفاعہ کا بھی ذکر کیا ہے (۸)

علامہ بدر الدین عینی کہتے ہیں کہ :

,,ابو موسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی سے روایت کا شرف حاصل کرنے میں امام طحاوی ، امام مسلم کے دوش بدوش ہیں ،، ۔

بالآخر ایک وہ وقت آیا کہ اپنے دور میں تحقیق مسائل اور وسعت نظر کے لحاظ سے کوئی عالم طحاوی کے ہم پلہ نہ رہا ، مسلک ومشرب کے اختلاف کے باوجود دور دراز ملکوں سے طالبان علوم سفر کی صعوبتیں اٹھا کر انکے پاس آتے اور ان سے استفادہ کرتے ۔ حدیث اور فقہ میں یکساں آپ کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کو دیکھ کر لوگ ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے ۔ خود امام طحاوی کی زبانی ایک واقعہ سنیئے ، اس سے ان کی فراوانی علم کا اندازہ ہو گا۔

فرماتے ہیں :

,,ایک مرتبہ میں قاضی کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ، ایک شخص آیا، اور کہنے لگا ۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ نے اپنی والدہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے کون سی حدیث روایت کی ہے ؟ جب شرکائے مجلس میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے اپنی سند کے ساتھ وہ حدیث بیان کی :

حدثنا بکار بن قتیبہ اخبرنا ابو احمد اخبرنا سفیان عن عبدالاعلی الثعلبی عن ابی عبیداللہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : ان اللہ لیغار للمومن فلیغر ، وحدثنا بہ ابراھیم بن ابی داؤد اخبرنا سفیان بن رکیع عن ابیہ عن سفیان موقوفاً ، ۔

جب آپ اس کی مطلوب حدیث کو دو سندوں کے ساتھ مرفوعاً اور موقوفاً بیان کر چکے تو وہ شخص بے ساختہ کہنے لگا : ,,سر شام

تو میں نے آپ کو فقہاء کے دنگل میں دیکھا تھا اور اب آپ حدیث کے میدان میں ہیں ۔ ،، بہت کم لوگ ہوں گے جو ان دونوں فنون میں آپ کی طرح جامعیت رکھتے ہوں گے ۔ ؟ یہ سن کر طحاوی نے کہا :
,,یہ محض اللہ کا فضل و کرم اور اس کا انعام ہے ،، ۔ (۹)

وفات ۔

امام طحاوی کی تاریخ ولادت کے بارے میں تو روایات مختلف ہیں لیکن راجح روایت **۲۲۹** ہجری کی ہے ۔ تاریخ وفات ذی قعدہ **۳۲۱** ہجری ہے ۔ لفظ ,,مصطفیٰ،، سے اہل علم نے آپ کا سال پیدائش نکالا ہے جو کہ **۲۲۹** ہے ۔ ,,محمد مصطفیٰ ،، سے سالِ وفات **۳۲۱** ، اور لفظ ,,محمد،، سے آپ کی عمر جو کہ بانوے **(۹۲)** سال ہوئی (۱۰)

شرح معانی الآثار ۔

حدیث ، تفسیر ، اور فقہ میں طحاوی کی مؤلفات کی فہرست خاصی طویل ہے ، حدیث ، اور فقہ ان کا اصل میدان ہے ۔ زیادہ تر تالیفات انہی دو موضوعات پر ہیں ۔ ان کی سب سے اہم تالیف شرح معانی الآثار ہے ۔ یہ کتاب اگرچہ بنیادی طور پر مجموعہ احادیث ہے ، اور اس کا تعلق براہ راست حدیث سے ہے لیکن طحاوی نے اس میں فقہ اور رجال کے متعدد علوم کو بڑے حسن اور خوبی کے ساتھ جمع کیا ہے ۔

اس کتاب سے طحاوی کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے سامنے اصل مقصد حنفی مسلک کی تائید تھی ، اور یہ ثابت کرنا تھا کہ شرعی مسائل میں امام ابو حنیفہ کا موقف کسی جگہ بھی حدیث کے خلاف نہیں ۔ ابو حنیفہ کے بارے میں یہ بات بڑی کثرت سے کہی گئی کہ وہ اجتہادی مسائل میں اپنی رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں ۔ طحاوی نے شرح معانی الآثار میں یہ ثابت کیا ہے کہ ابو حنیفہ کا موقف کسی مسئلہ میں بھی محض رائے پر

مبنی نہیں ہے۔ انھوں نے کسی نہ کسی حدیث کو اپنے مذہب کی بنیاد بنایا ہے۔ اگرچہ بعض مسائل میں انھوں نے ایسی احادیث پر اعتماد کیا ہے ، اور ان کو ترجیح دی ہے جو قوی الاسناد نہیں ہیں لیکن بعض دوسری روایات سے ان کی تائید ہوتی ہے۔

سبب تالیف۔

طحاوی کی شرح معانی الآثار سے پہلے موطا امام مالک کے علاوہ حدیث کے چھ مستند اور قابل اعتماد مجموعے الجامع الصحیح (امام البخاری) الجامع الصحیح (امام مسلم) ، سنن الترمذی ، سنن النسائی ، سنن ابی داؤد ، اور سنن ابن ماجه مرتب ہو چکی تھیں اور اہل علم و فضل میں قبولیت کا درجه پا چکی تھیں ، پھر طحاوی کو ایک نیا مجموعۂ احادیث مرتب کرنے کا خیال کیوں پیدا ہوا ، اس کے بارے میں خود طحاوی کا بیان ہے ، لکھتے ہیں :

,,مجھ سے میرے بعض اہل علم دوستوں نے فرمائش کی کہ میں ان کے لئے ایک ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں وہ احادیث مذکور ہوں ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سے احکام کے بارے میں مروی ہیں اور جن کی نسبت ملحدین اور بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا یه خیال ہے که وہ آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ ان کا یه وہم محض اس وجه سے ہے که انہیں ناسخ و منسوخ اور ان واجب العمل احکام کے متعلق بہت کم علم ہے ، جن کی بابت کتاب اللہ ناطق ہے اور متفق علیه سنت شاہد ہے۔ مجھ سے یه بھی خواہش ظاہر کی گئی که میں کتاب کو چند ابواب پر مرتب کروں جن میں ہر باب ان تمام ناسخ و منسوخ روایتوں پر مشتمل ہو جو اس باب سے تعلق رکھتی ہیں اور اس میں علماء کی تاویلات اور ہر ایک کے استدلالات دوسرے کے مقابله میں بیان کئے جائیں ، اور ان میں سے جس کسی کا قول میرے نزدیک صحیح ہو اس پر کتاب اللہ ، سنت ،

اجماع امت اور صحابہ و تابعین کے متواتر اقوال سے حجت پیش کروں، میں نے اس سلسلہ میں کافی غور کیا اور بہت کچھ چھان بین کی تو ان میں سے کچھ ابواب اسی نہج پر مرتب کیئے ۔ جس کی مجھ سے خواهش کی گئی تھی ۔ پھر میں نے اس کتاب کو چند کتابوں (حصوں) میں تقسیم کیا ، اور ہر کتاب میں ایک ایک نوع کے مسائل اور احادیث جمع کیں ، سب سے پہلے وہ روایات ذکر کیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طہارت کے باب میں منقول هیں ، علی هذا ،، (۱۱)

تسمیه ۔

امام طحاوی نے اپنی اس تالیف کا نام شرح معانی الآثار رکھا ، آثار سے مراد احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ هیں ۔ یعنی احادیث اور آثار کے معانی میں باهم فی نفسها یا بظاهر نظر جو تعارض ہے ، امام طحاوی نے ان احادیث و آثار کے معانی و مطالب کی تشریح و توضیح کر کے اس تعارض کو اٹھا دیا ہے ، کتاب کا اصل نام شرح معانی الآثار ہے لیکن بطور اختصار صرف معانی الآثار مشہور ہو گیا ۔

اسلوب ۔

تمام امہات کتب حدیث میں امام طحاوی کا طرز سب سے منفرد اور دلچسپ ہے وہ ایک باب کے تحت پہلے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث وارد کرتے هیں پھر ذکر کرتے هیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے ، اس کے بعد ذکر کرتے هیں کہ احناف کثرهم اللہ تعالی اس مسئلہ میں اختلاف کرتے هیں اور ان کی دلیل ایک اور حدیث ہے جو اس حدیث کے مخالف ہے پھر اس حدیث کے متعدد طرق ذکر کرتے هیں اخیر میں مذهب احناف کو تقویت دیتے هیں، دونوں حدیثوں کا الگ الگ محل بیان کر کے تعارض دور کرتے هیں

اور تبھی پہلی حدیث کی سند کا ضعف ثابت کر کے دوسری حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض اوقات پہلی حدیث کا منسوخ ہونا واضح کر دیتے ہیں ۔ نیز انھوں نے ہر باب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ احناف کی تائید کرنے کے لئے آخر میں ایک عقلی دلیل پیش کی جائے اور اگر مسلک احناف پر کوئی اشکال وارد ہوتا ہو تو اس کو بھی دور کرتے ہیں ۔ مثلاً :

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی : عن ابی ہریرہ یقول : سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : لا صلوہ لمن لا وضوء له ، ولا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ ۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے : جس شخص نے وضو نہیں کی ، اس کی نماز درست نہیں اور جس نے وضو کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا اس کا وضو نہیں ہوا) یعنی نماز وضو کے بغیر صحیح نہیں ، اور وضو بسم اللہ پڑھے بغیر درست نہیں ۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ : ایک طبقہ کا مذہب یہی ہے کہ وضو بغیر بسم اللہ کے درست نہیں ہے ۔ لیکن علماء احناف نے ان حضرات سے اختلاف کیا ہے ، وہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی ، اس نے یقیناً اچھا نہیں کیا ، ایک مسنون طریقہ ترک کیا لیکن اس کے باوجود اس کی وضو درست ہوگئی. . وہ اپنی دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ مہاجرین قنفذ سے روایت ہے ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو اسی وقت سلام کیا جب آپ وضو فرما رہے تھے ، آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا ، جب وضو سے فارغ ہوئے تب جواب دیا ، اور فرمایا مجھے تمھارے سلام کا جواب دینے سے یہ بات مانع ہوئی کہ میں وضو کے بغیر اللہ کے ذکر کو پسند نہیں کرتا ،،

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام طحاوی نے کہا کہ : اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی کیونکہ آپ نے بغیر وضو کے اللہ کے ذکر کو جو سلام کے جواب کی صورت میں تھا ، پسند نہیں فرمایا ، ۔ اور نبی علیہ السلام کے ارشاد کہ ,,بسم اللہ کے بغیر وضو صحیح نہیں کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ۔ ایک یہ کہ بسم اللہ کے بغیر وضو اصلاً صحیح نہیں ، دوسرا یہ کہ بسم اللہ کے بغیر وضو کامل نہیں ہوتا اور یہی معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس طرح دونوں حدیثوں میں تعارض پیدا نہیں ہوتا ۔

طحاوی نے اس تطبیق کی مثال دوسری ایک حدیث سے ہی دی ہے ۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ۔ وہ شخص مسلمان نہیں ہے جو رات کو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے ،، حضور کے اس فرمان کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسا شخص سرے سے مسلمان ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اچھا اور کامل مسلمان نہیں ہے ۔ بالکل اسی طرح محولہ بالا حدیث کا مطلب مراد لیا جائے گا کہ بغیر بسم اللہ کے کیا جانے والا وضو کامل اور بہترین وضو نہیں ہوگا (۱۲) .

نسخ ۔

جب دو متعارض حدیثوں میں سے کسی ایک کے بارے میں نسخ کی دلیل مل جائے تو امام طحاوی اس کے منسوخ کی تصریح کر دیتے ہیں اور ایک حدیث کو معمول اور دوسری کو متروک اور منسوخ قرار دیتے ہیں ۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں : ,,انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول توضؤا مماست النار ،، یعنی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ، اس حدیث کو اختلاف الفاظ کے ساتھ طرق متعددہ سے روایت کرنے کے بعد امام طحاوی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ، مثلاً روایت کرتے ہیں : ,,عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل من ثوراقط فتوضأ ثم اکل بعدہ کتفا فصلی ولم یتوضاء فثبت بما ذکرنا ان آخرا الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو تزکالوضو مما غیرت النار وان ما خالف ذالک فقد نسخ بالفعل الثانی ،، ۔ (یعنی حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر کا ٹکڑا کھایا اور دوبارہ نیا وضو کئے بغیر نماز پڑھی ، امام طحاوی فرماتے ہیں ، ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کو ترک کرنا تھا اور جو روایات اس کے مخالف ہیں وہ سب منسوخ ہیں ۔ (۱۳)

عقلی طرز استدلال ۔

امام طحاوی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر باب میں اپنے مختار اور پسندیدہ مسلک کو احادیث صحیحہ سے ثابت کرنے کے بعد عقلی دلائل سے انہیں ثابت کرتے ہیں ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سر پر مسح کرنے کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف ہے ۔ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ پورے سر کا مسح فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے ۔ امام اعظم کے مسلک پر احادیث سے دلائل دینے کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں وضو میں بعض اعضاء یعنی چہرہ اور ہاتھ پیر بالاتفاق دھوئے جاتے ہیں اور سر پر بالاتفاق مسح کیا جاتا ہے البتہ مقدار میں اختلاف ہے ، احناف کے نزدیک سر

کے بعض کا اور مالکیہ کے نزدیک کل کا مسح فرض ہے اور جب ہم نے مسح کی ایک اور نظیر تلاش کی تو ہم نے دیکھا کہ جب پیروں پر موزے پہنے ہوئے ہوں تو ان پر مسح جائز ہے اور سب کا اتفاق ہے کہ موزوں کے کل پر مسح نہیں ہوتا بلکہ بعض پر مسح ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ مسح کے باب میں اصل متفق علیہ یہ ہے کہ بعض پر مسح ہو۔ لہذا سر کے بھی بعض حصہ پر مسح فرض ہونا چاہئیے ۔ (۱۴)

خصائص ۔

۱ ۔ طحاوی نے اپنی کتاب میں بعض ایسی احادیث بھی ذکر کی ھیں جو دوسری کتب حدیث میں شامل نہیں ھیں ۔

۲ ۔ بعض ایسی احادیث جو دوسری کتب حدیث میں موجود تو ھیں لیکن ان کے متن میں اختصار ہے ، طحاوی کو اگر کسی دوسری سند کے ذریعے وہ متن قدرے تفصیل کے ساتھ ملا ہے تو انھوں نے اسے اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔

۳ ۔ کسی حدیث کا متن اگر ایک سے زائد راویوں سے مروی ہے اور کسی ایک مروی متن میں تفصیل و اضافہ ہے تو طحاوی نے دونوں راویوں کے روایت کردہ متون ذکر کر دیئے ھیں ۔ اس معاملے میں انھوں نے کسی حد تک امام مسلم بن حجاج قشیری کا تتبع کیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ ایک مفتی ، قاضی اور مجتہد کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس طریق کار کے سبب احکام کے اخذ و استنباط میں مدد ملتی ہے۔

۴ ۔ صحابہ اور تابعین کے آثار کے علاوہ دیگر ائمہ مجتہدین کے اقوال و آراء کا بھی قیمتی ذخیرہ جمع کیا ہے۔

۵ ۔ کتاب کی ترتیب و تدوین میں احادیث کے مجموعوں کے برخلاف کتب فقہ کے طرز کو اپنایا ہے۔

٦ ۔ موطا امام مالک کی طرح اس کا مطالعہ بھی تفقہ کا ملکہ پیدا کرتا ہے اور تقلید محض کی دلدل سے نکالتا ہے۔

جو اھل علم حنفی مسلک کے حامل ھیں ، ان کے لئے شرح معانی الآثار کی حیثیت چراغ راہ کی سی ہے ، اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک حنفی مسلک کا حامل اپنے آپ کو غیر مسلم محسوس نہیں کرتا، اس کا یہ احساس پختہ ھو جاتا ہے کہ حنفی مسلک کی پشت پر بھی احادیث اور آثار صحابہ کا ایک وقیع ذخیرہ موجود ہے۔

ابن حزم نے شرح معانی الآثار کو سنن ابن ماجہ ، اور جامع ترمذی پر ترجیح دی ہے۔ (۱۵)

دیگر تالیفات :

مشکل الآثار۔

اس کتاب کا اصل نام مشکل الحدیث ہے ، عام طور پر لوگ مشکل الآثار کے نام سے جانتے ھیں ۔ اس میں احادیث نبویہ سے اس تضاد کو دور کیا گیا ہے جو نظر بظاھر دکھائی دیتا ہے۔ پھر ان سے احکام کا استنباط کیا گیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات ضخیم جلدوں میں مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ استنبول میں ۲۷۳ ۔ ۲۷۹ نمبر پر موجود ہے۔

یہ نسخہ صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ ابوالقاسم ھشام بن محمد ابن ابی خلیفہ رعینی نے اس کو طحاوی سے روایت کیا ہے۔ ابن السابق صاحب الضور الامع جو ابو القاسم کے سوانح نگار بھی ھیں انھوں نے اس کی صحت فرمائی ہے۔ حیدر آباد دکن سے اس کتاب کے چار حصص شائع ھوئے جو نصف کتاب سے بھی کم ھیں۔

اختلاف العلماء ۔

نئے سائز کے تقریباً ایک سو تیس اجزاء پر مشتمل ہے ابوبکر رازی نے اس کا اختصار کیا ہے اور یہ اختصار مکتبہ جاراللہ ولی الدین استنبول میں موجود ہے ۔

احکام القرآن :

یہ بیس اجزاء میں ہے ۔ قاضی عیاض، اکمال میں بیان کرتے ھیں کہ :

,,طحاوی نے تفسیر قرآن کے موضوع پر ایک ھزار ورق لکھے تھے ،، یہ احکام القرآن ھی کا ذکر ہے ۔

کتاب الشروط الکبیر فی التوثیق ۔

یہ تقریباً چالیس اجزاء پر مشتمل ہے ۔ بعض مستشرقین نے اس کا ایک جزء شائع کیا ہے ، اس کا ایک حصہ مکتبہ علی پاشا شھید استنبول میں اور ایک حصہ مکتبہ مراد ملا استنبول میں ملتا ہے مگر ان دونوں سے کتاب مکمل نھیں ھوتی ۔

الشروط الاوسط مختصر الشروط :۔

یہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے ، مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ میں موجود ہے ۔ اس کتاب سے علم شروط و توثیق پر طحاوی کی دسترس کا اندازہ ھوتا ہے ، چاھے عبدالقاھر کو کتنی ھی بری لگے ۔

مختصر الطحاوی فی الفقہ ۔

یہ بالکل اسی انداز پر ہے جیسی شافعی مسلک پر امام مزنی کی مختصر ہے ، اس کے نسخے مکتبہ ازھر مکتبہ جار اللہ استنبول ، مکتبہ فیض اللہ استنبول میں موجود ھیں ۔ طحاوی کی مختصر کی لوگوں نے شرحیں بھی کی ھیں ، ان میں سب سے قدیم اور سب سے اھم ابوبکر جصّاص رازی کی شرح ہے ، روایت و درایت دونوں لحاظ سے عمدہ ہے اس کا ایک حصہ دارالکتب مصریہ میں اور باقی حصہ مکتبہ

جاراللہ میں ہے۔

النوادر الفقهيه۔

یہ دس اجزاء پر مشتمل ہے۔

کتاب النوادر والحکایات۔

یہ تقریباً بیس اجزاء میں ہے۔

حکم ارض مکه :

ایک جزء

حکم الفی والغنائم۔

ایک جزء۔

الرد علی کتاب المدلسین۔

پانچ جزء۔ کتاب المدلسین ، ابوعلی الحسین بن علی الکرابیسی کی تالیف ہے۔ اس کتاب سے اهل سنت سے عناد رکھنے والوں کو زبردست قوت ملی ہے۔ ابو علی نے اپنے مسلک کی زندگی کے لئے ، خلاف مسلک تمام رواۃ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں امام احمد کا ارشاد ابن رجب نے شرح علل الترمذی میں دھرایا ہے۔ طحاوی نے اس فتنه کی سرکوبی بڑی اولوالعزمی سے کی ہے۔ کتاب المدلسین کے باب میں امام احمد کے علاوہ ابو ثور وغیرہ دیگر ائمه نے بھی سخت مذمت کی ہے۔

کتاب الاشربه۔

طحاوی کی دوسری کتابوں کے ساتھ ہشام رعینی اس کو بھی لے گئے تھے۔

الرد علی عیسیٰ بن ابان۔

دو جزء۔ عیسیٰ کا شمار محمد بن حسن کے اصحاب میں ھوتا ہے۔

الرد علی ابی عبید۔

ایک جزء ، اس کا تعلق مسئله انساب سے ہے۔

اختلاف الروایات ۔

دو جزء ۔

الزیه ۔

ایک جزء ۔

شرح الجامع الکبیر ۔

جامع کبیر امام محمد کی شرح ۔

شرح الجامع الصغیر ۔

جامع صغیر امام محمد کی شرح ۔

کتاب المحاضر والسجلات ۔

موضوع نام سے ظاهر ہے ۔

کتاب الوصایا والفرائض ۔

موضوع نام سے ظاهر ہے ۔

کتاب التاریخ الکبیر ۔

ابن خلکان اس کے متعلق پته دیتے هیں مگر کهتے هیں افسوس مجھے اس کا سراغ نه مل سکا جس سے بھی پوچھا لاعلمی ظاهر کی لیکن مورخین اس سے بکثرت نقل کرتے هیں ۔

اخبار ابی حنیفه واصحابه ۔

اسی کو کچھ لوگ مناقب کے نام سے جانتے هیں ۔

کتاب النحل ۔

تقریباً چالیس اجزاء هیں جن میں احکام ، صفات ، اجناس اور احادیث مرویه سے بحث کی گئی ہے ۔

عقیدة الطحاوی ۔

یه عقائد پر مشهور کتاب ہے ، اس کا پورا نام یه ہے ۔ بیان اعتقاد اهل سنت والجماعت علی مذهب الفقهاء الملة ابی حنیفه و ابی یوسف الانصاری و محمد بن الحسن ۔

تسو یه بین حدثنا و اخبرنا ۔

اس کی تلخیص ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم و فضلہ میں کی ہے ۔

سنن الشافعی ۔

امام مزنی کے جو احسانات طحاوی پر تھے ان کے شکریہ میں ان کی زبانی امام شافعی کی مرویات کو الگ جمع کر دیا ہے ۔

شافعیہ ان احادیث کو طحاوی کے طریق سے روایت کرتے ہیں ۔

صحیح الآثار ۔

بروکلمان کی تحقیق کے مطابق یہ مکتبہ پاشا میں محفوظ ہے (١٦).

حوالہ جات

١ ۔ دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی لاہور ١٩٧٣ء) ج : ١٢ ، ص : ۳۲٦

٢ ۔ ابن خلکان : وفیات الاعیان (مکتبہ ۔ النہضہ مصریہ ١٩٣٨ء) ج : ١ ، ص : ٥۳ ۔

٣ ۔ ابن کثیر : البدایۃ والنہایہ (مطبعۃ اسعادہ مصر ١٣٥١ ھ) ج : ١١ ، ص : ١٧٣

۴ ۔ عبد القادر قرشی ۔ الجواھر المضیۃ (حیدر آباد دکن ١٣٣٢ ھ)

٥ ۔ دائرۃ معارف اسلامیہ ۔ ج : ١٢ ، ص : ۳۲٨ .

٦ ۔ وفیات الاعیان ۔ ج : ١ ، ص : ٥٣

٧ ۔ فقیر محمد جہلمی : حدائق الحنفیہ (نول کشور لکھنؤ بھارت ١٩٠٦ ء) ص : ١٦٥

٨ ۔ حافظ ذھبی : تذکرہ الحفاظ (دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ١٩٥٥ء) ج: ٣، ص:٢٩

٩ ۔ ایضاً .

١٠ ۔ وفیات الاعیان ۔ ج : ١ /٥٣ ، حدائق الحنفیہ ۔ ص : ١٦٦

١١ ۔ محمد یوسف کاندھلوی ۔ امانی الاحبار شرح معانی الآثار (طبع سہارن پور، بھارت ١٣٧٩ ھ) ج : ١ ، ص : ٢٩ (مقدمہ)

١٢ ۔ شاہ عبدالعزیز دھلوی ۔ بستان المحدثین (طبع کراچی) ص: ١٣٩ ، ١٥٠ ۔

١٣ ۔ شرح معانی الآثار ۔ ج : ١ ، ص : ٥٨ ۔

١۴ ۔ امانی الاحبار ۔ ج : ١ ، ص : ٣٨ ، ٣٩ (مقدمہ)

١٥ ۔ ایضاً ۔ ج : ١ ، ص : ٥٢ .

١٦ ۔ حاجی خلیفہ ۔ کشف الظنون ، ج : ٢ ، ص : ١٧٢٨ ، ١٧٢٩ ، دائرۃ معارف اسلامیہ ۔ ج ١٢، ص : ۳۲٧ ؛ ۳۲٨ ۔ نیز امانی الاحبار ۔ ج : ١ ، ص : ٥٢ ۔